نقطہء نظر

منیر سامی

انگلیاں فگار اپنی

اگر یہ کہا جائے کہ اسلامی ممالک میں صحافیوں کے لیئے اور آزاد خیال اور معروضی مبصرین کے لیئے اپنی رائے کا آزادانہ اظہار جان ہتھیلی پر رکھ کر کام کرنا ہے تو کچھ غلط نہیں ہوگا۔

گزشتہ بیس سال کے اعداد وشمار کے مطابق دنیا کے اٹھائیس اسلامی ممالک میں پانچ سو ستاون (۵۵۷) صحافیوں کا قتل ہوا۔ ان میں باقاعدہ صحافیوں کی اکثریت ہے لیکن اس میں میڈیا سے تعلق رکھنے والے دیگر کارکن بھی شامل ہیں۔

یہ اعداد وشمار صحافیوں کے تحفظ کے ادارے، اور عالمی پریس انسٹیٹیوٹ نے جمع کیے ہیں۔ ان اسلامی ممالک میں صرف ان ممالک کو گنا گیا ہے جہاں کم از ایک صحافی قتل کیا گیا ہو۔ ان اداروں نے دنیا کے تمام ممالک کے بارے میں اعداد وشمار شایع کیئے ہیں، لیکن ہم یہاں صرف مسلم ممالک کی بات کریں گے۔

ان اعداد وشمار کے اندازوں کے مطابق سب سے زیادہ صحافی عراق میں قتل ہوئے جن کی تعداد ایک سو اکیاون ہے، اور دوسرے نمبر پر پاکستان ہے جہاں قتل کیئے جانے والے صحافیوں کی تعداد بیاسی تھی۔ اس کے بعد الجزائر، صومالیہ، تاجکستان، افغانستان، شام، ترکی، بنگلہ دیش، نائیجیریا، اور انڈونیشیا کا نمبر آتا ہے۔

یہاں ایک حیران کن بات یہ ہے کہ ایران جسے مغربی صحافتی ادارے انسانی حقوق کی خلاف ورزی پر سخت لعن طعن کرتے ہیں وہاں سے گزشتہ بیس سال میں صرف تین صحافیوں کے قتل کی خبر ملی ہے۔

اگر ہم غور کریں تو اندازہ ہوگا کہ ان تمام ممالک میں صحافیوں اور معروضی رائے کا اظہار کرنے والوں کے قتل کے ذمہ دار عموماً ریاستی ادارے گردانے گئے ہیں۔ یا یہ قتل ان جماعتوں اور افراد نے کیئے ہیں جو اختلافِ رائے کو برداشت نہیں کرتے۔ ان میں سیاسی جماعتیں، مذہبی تنظیمیں، قوم پرست جماعتیں، اور مذہبی تشدد پرست شامل ہیں۔ یہاں یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ مقتول صحافیوں میں صرف مقامی صحافی شامل نہیں ہیں بلکہ بعض دفعہ غیر ملکی صحافتی کارکن بھی شامل ہیں۔ پاکستان میں اس کی مثال ’’ڈینیل پرل‘‘ کی ہے جسے طالبان نے ذبح کر دیا تھا۔

پاکستان سے حال میں جن صحافیوں کے قتل کی خبریں منظرِ عام پر آئیں ان میں سلیم شہزاد، حیات اللہ خان، اللہ نور، رزاق گل، شفیع اللہ خان، کے نام شامل ہیں۔

مسلم ممالک میں جو صحافی قتل کیئے جاتے ہیں، ان پر اسلام دشمنی، ملک سے غداری، برادری اور قبیلہ کی توہین، امریکہ اور یہودی ایجنٹ ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے، اور پھر قانون نافذ کرنے والے ادارے یا جاسوسی کرنے والے ادارے ان کو ماورائے عدالت قتل کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ ان جماعتوں کی زد میں بھی آتے ہیں جن پر ان صحافیوں نے نکتہ چینی کی ہوتی ہے یا ان جماعتوں کے بارے میں ایسی خبریں شایع کی ہوتی ہیں جو ان جماعتوں کی زیادتیوں یا ان کے پر تشدد قوم پرستانہ رویہ پر سے پردہ اٹھاتی ہوں۔

یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اکثر وہ صحافی نشانہ بنائے جاتے ہیں جنہوں نے خواتین کے حقوق، فوج کے سیاسی کردار کی مخالفت، آمریت، اسلامی سخت گیری، اور انسانی حقوق کے بارے میں بات کی ہو یا لکھا ہو۔ حیران کن بات یہ ہے کہ اس قسم کے قتل کے ملزمان عموماً گرفتار بھی نہیں کیئے جاتے۔ عام طور پر صحافیوں کے قتل کے ذمہ داروں کے خلاف قانونی کاروائی یا انہیں سزا دیئے جانے کی خبریں نہیں سنی جاتیں۔

مسلمانوں اور پاکستانیوں کے قوم پرستانہ رویئے، اختلاف رائے کو برداشت نہ کرنے کی روش، اسلامی تشدد، اور مذہبی سخت گیری، ان کے ساتھ ساتھ ان مغربی ممالک تک بھی پہنچ رہی جہاں جا کر مسلمان یا پاکستانی بڑی تعداد میں آباد ہیں۔

یہاں پر مسلمان یا پاکستانی صحافی اکثر اظہارِ رائے کی آزادی کا حق استعمال کرنے کی پاداش میں اپنی برادریوں خصوصا اپنے سابقہ ہم وطنوں کی ناراضگی کا سودا مول لیتے ہیں۔ یہ اس وقت اور بھی زیادہ زیرِ عتاب آتے ہیں جب وہ اپنی خواتین کے عزت کے نام پر قتل کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں یا ان شہریوں کے بارے میں اعتراضات کرتے ہیں جو مغربی ممالک میں اسلامی قدامت پرستی یا اسلامی سخت گیری کا پرچار کررہے ہوتے ہیں۔

ان پر سب سے پہلا الزام یہ لگتا ہے کہ یہ لوگ اسلام دشمن ہیں، توہینِ مذہب کے مرتکب ہیں، اپنے سابقہ وطنوں کے غدار ہیں، اور یہ کہ ایسے لوگ اپنے قلم کے ناجائز استعمال سے اپنی برادری اور قوم کی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں۔

ابھی تک مغربی ممالک میں کسی مسلم یا پاکستانی صحافی یا لکھنے والے کے قتل کی کوئی خبر تو نہیں آئی، لیکن ان کو قتل کی دھمکیاں ملنے کی خبریں منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ اس کے علاوہ بعض صحافیوں پر جسمانی تشدد بھی کیا گیا ہے۔ کینیڈا میں آزادی تقریر اور تحریر کا حق استعمال کرنے والے کئی مسلم اور پاکستانی صحافیوں پر امریکہ، یہودیوں، یا مغربی ممالک کے جاسوسی اداروں کا ایجنٹ ہونے کے الزامات عام ہیں۔ اس کے علاوہ ان کا سماجی مقاطعہ کیا جاتا ہے، یا ان کے بارے میں رکیک افواہیں پھیلائی جاتے ہیں۔

ایسے لکھنے والے اعتراضات کی چکی کے دو پاٹوں میں کچلے جاتے ہیں۔ اگر وہ اردو زبان کو ذریعہ اظہار بناتے ہیں تو ان پر پنی برادری کے گندے کپڑوں کو بازار میں دھونے کے طعنہ دیئے جاتے ہیں اور ان سے سوال کیا جاتا ہے کہ وہ صرف اپنی برادری کے احتساب میں کیوں مبتلا رہتے ہیں۔ اگر یہ لوگ انگریزی کو ذریعہ اظہار بنا کر مغربی ممالک کے مرکزی صحافی اداروں سے منسلک ہو جائیں تو ان پر مغرب کا وظیفہ خوار ہونے کا الزام لگتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ ایسے لوگ نام ونمود کی خواہش میں یا اپنی مغربی نظریات کی غلامی میں ایسا کر رہے ہیں۔

مغرب میں مقیم معروضی مسلم اور پاکستانی مبصرین کی مشکلات یہ بھی ہیں کہ خود ان کے اپنے سابقہ وطنوں کے جاسوسی ادارے بھی ان پر نظر رکھتے ہیں اور ان کے بارے میں خفیہ رپورٹوں کا اندراج کرتے رہتے ہیں اور پھر انہیں اپنے ہی سابقہ ممالک کی عارضی سیاحت کے دوران کئی خطرات مول لینے پڑتے ہیں۔ ان میں تازہ ترین مثالیں کچھ ایسے ایرانیوں کی ہیں جنہیں مغرب میں بیٹھ کر ایران پر اعتراضات کرنے کی پاداش میں گرفتار کیا گیا۔ ان میں سب سے معروف خبر ایک خاتون فوٹو گرافر زہرہ کاظمی کی ہے جنہیں ایران کی زیارت کے دوران جاسوسی کے الزام میں گرفتار کیا گیا، اور وہ جیل میں مبینہ تشدد کے نتیجہ میں وفات پا گئیں۔

جب جب بھی اس طرح کے صحافیوں اور لکھنے والوں سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ وہ مختلف خطرات کے باوجود آزادیء اظہار کی روش سے کیوں کنارہ کش نہیں ہو جاتے تو ان کا جواب ہوتا ہے کہ اب ہم جن ممالک میں رہتے ہیں وہاں آزادیء اظہار ایک بنیادی انسانی حق ہے، اور اگر ہم یہاں بھی یہ حق استعمال نہ کریں گے تو ہم یہاں کی روایات اور جمہوریت کی نفی کریں گے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اپنے قلم کے ذریعہ قدامت پرست اور سلفی نظریات کی مخالفت ہمارا فرض ہے، اور یہ کہ ہم مغربی ممالک میں بھی اپنی خواتین کے حقوق کا تحفظ نہیں کریں گے تو پھر کہاں کریں گے۔

یہاں یہ ذکر بھی اہم ہے کہ خود مغربی ممالک میں آباد مسلمان، مسجدوں، قدامت پرست مذہبی اداروں، اور مسلم یا پاکستانی قوم پرستوں کے دباؤ میں آکر ان جرائد اور اخباروں کا ذاتی اور کاروباری مقاطعہ کرتے ہیں جن میں خود اپنی ہی برادری کی اصلاح کی کوشش کی گئی ہو، یا جن کے ذریعہ مغرب میں مذہب اور ریاست کی علیحدگی کے نظام کا دفاع یا اس کا پرچار کیا گیا ہو۔ اس دباؤ کے نتیجہ میں عموماً پاکستانی یا دیگر تارک وطن مسلمانوں کے جرائد اور اخبار شایع ہونے بند ہو جاتے ہیں۔

ان تمام مسائل، مشکلات، اور خطرات کے باوجود کینیڈا اور امریکہ کے کئی مسلم لکھنے والے آزادیء اظہار کی ڈگر پر چلتے رہنے پر مصر ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہاں پر اس طرح کی مشکلات اور تشدد کا عشرِ عشیر بھی نہیں جن کا سامنا پاکستان اور مسلم ممالک کے صحافیوں کو کرنا پڑتا ہے اور وہ اپنی جان کی قربانیاں دیتے ہیں۔ ہمیں ایسے لکھنے والوں کی جرات کو سلام کرنا چاہیے اور انہیں خراجِ تحسین پیش کرنا چاہیئے جو آزادیء اظہار کی خاطر اپنی جانیں نذر کرتے ہیں۔